ہندستانی کا ارتقاء

از

ڈاکٹر سید محی الدین قادری ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

هندستانی کا ارتقا

از پروفیسر محی الدین قادری، ایم - اے - پی، ایچ، ڈی -

زمان و مکان کے حالات کے مطابق، زبانیں خود بخود بدلتی رہتی ہیں - اور اسی تبدیلی کو ماہرین لسانیات، زبان کا فطری ارتقا قرار دیتے ہیں - اس ارتقا کا انحصار زیادہ تر صوتی تشکیل اور تغیر و تبدل پر ہوتا ہے - تاریخ السنہ میں صوتی تبدیلیوں اور ارتقا کو اس لئے سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کہ زبان کی اکثر دوسری تبدیلیاں اور ارتقا، کم و بیش اسی کے تحت ہوتے ہیں جو حالات تلفظ اور لب و لہجہ میں تغیر پیدا کرتے ہیں اُن کی تحقیق و تفتیش اکثر دفعہ دلچسپ ثابت ہوتی ہے -

صوتی تبدیلیوں کی سب سے پہلی اور اہم وجہ عضویاتی ہے - ایک نسل دوسری نسل کے لئے جو لسانی ورثہ چھوڑ جاتی ہے وہ بعینہ ایک اور معین نہیں ہوتا - یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر نسل کے بعد کسی قوم کی آوازیں اور عضوی عادات و اطوار غیر محسوس طور پر کچھہ نہ کچھہ تبدیلی پاتے ہیں - یہ تبدیلی اکثر نتیجہ ہوتی ہے ہمسایہ زبان کے اثر کا - بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی قوم کی ایک نسل کو ایک اجنبی زبان بولنے والوں سے سابقہ پڑتا ہے تو اس اجنبی زبان کی آوازیں اس نسل کے اپنے لفظوں پر جو

عمل یا رد عمل کرتی رہتی ہیں ان کے نتیجہ کے طور پر اُس تمام نسل کے مخارج تلفظ ؛ آہستہ آہستہ اپنی جگہوں سے ہٹنے لگتے ہیں - یہ محض خیال نہیں ہے - اس کی واقعیت کا عملی ثبوت اس طرح بہم پہنچ سکتا ہے کہ ایک ایسے نوجوان کی گفتگو صوتی گردونہ پر اتاریں جس نے اپنی زبان کے علاوہ کسی اور زبان کی بھی تحصیل کی ہو - اور اس کے ساتھ ہی اس کے کسی معمّر عزیز سے بھی وہی جملہ کہلائیں (مگر شرط یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کی زبان پر کسی اور زبان کا اثر نہ پڑا ہو) تو آپ معلوم کریں گے کہ دونوں کے مخارج میں ایک معین فرق پیدا ہوگیا ہے -

یہ تو ایک جدید عملی ثبوت تھا - اس کے تاریخی ثبوت سے ہماری اُردو زبان محروم نہیں ہے - آپ صرف اُردو حرف جر " سے " لے لیجئے اور دیکھئے کہ زمانہ اور نسلوں کے ساتھ ساتھ اس نے بھی کیا تغیر حاصل کئے ہیں - لفظ " سے " کی موجودہ شکل اردو زبان میں صرف سو دو سو سال ہی سے مستعمل ہے اس سے پہلے یہ لفظ " سین " یا " سوں " کی شکل میں رائج تھا - چنانچہ ولی اور اس کے ہمعصروں کے کلام میں آپ کو ہمیشہ یہی نظر آئیں گے - ولی کا مشہور شعر ہے -

مت غصہ کے شعلہ سوں جلتے کوں جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں یہ آگ بجھاتی جا

ولی سے تقریباً پچاس سال قبل یہ لفظ " ستے " اور " ستیں " تھا - چنانچہ قطب شاہی سلطنت کے عہد آخر کے شاعروں کا کلام اسکا شاہد ہے - ابوالحسن تانا شاہ اور اورنگ زیب کے معاصر غلام علی کی نظم پدماوت کا ایک مصرع ہے -

بھلائی سکے تو بھلا پائے گا ۔

غلام علی سے پچاس سال قبل اس لفظ میں " س " کی آواز موجود نہیں تھی اس زمانہ کے گولکنڈہ کے بسنے والے " مجھ سے کہا " کی جگہ " مُجھ تھے کہیا " کہتے تھے ۔ چنانچہ مشہور قطب شاہی بادشاہ محمد علی اور اس کے درباری شاعروں کے کلام میں لفظ " تھے " ہی نظر سے گزر تا ہے ۔ محمد قلی کے مصرعے ہیں :-

۱ ۔ معانی کے باتاں تھے جھوٹا نمک

۲ ۔ مرا گلستاں تازا اس تھے ہوا ہے

محمد قلی کے عہد سے پہلے اور غالباً گولکنڈہ کی تعمیر کے وقت یہ لفظ " تے " کی شکل میں رائج تھا ۔ وجہی جس نے ابراھیم قطب شاہ کے زمانہ سے شاعری میں شہرت حاصل کر لی اکثر " تے " لکھتا ہے ۔ مثلاً

تج تے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا

وجہی سے پہلے کی تمام اُردو تحریروں میں بھی " تے " ہی ملتا ہے ۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز سے جو اُردو نثر منسوب ہے اور جو اگر انکی نہیں تو اُن کے قریبی زمانہ کی ضرور ہے اس میں بھی " تے " ہی لکھا گیا ہے ۔ مثلاً " معراج العاشقین " کا ایک جملہ ہے :-

" اگر اس میں " تے " یک پردہ اٹھ جاوے تو اُس کی آنچ تے میں جلوں "

اس وقت تک جس کتاب کو اُردو زبان کی قدیم ترین نظم سمجھا جا تا ہے وہ میاں خوب محمد گجراتی کی " خوب ترنگ " ہے ۔ اس میں اس حرف جر کا بہت کم استعمال کیا

گیا ھے مگر چند مقامات پر حرف "تہیں" نظر آتا ھے مثلاً
فہرت تہیں سب کیا قبول -

اس تفصیل سے ظاھر ھوا کہ لفظ "سے" کي صوتي شکل مرور ایام کے ساتھہ آھستہ آھستہ بدلتی گئي اور جو لفظ دراصل پہلے تہیں یا تے تھا وہ تھے ، ستے ، ستین ، سون ، تین ھوتا ھوا آخر کار "سے" بن گیا* اور ابھي نہ معلوم آگے چلکر اس کا کیا حشر ھو -

اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھي پیش کیا جا سکتا ھے کہ بعض دفعہ نئي پود اپنے آبا واجداد کے کسي خاص تلفظ کو ادا کرنے سے قاصر بھي ھوجاتي ھے - دنیا کي متعدد زبانوں میں اس امر کے ثبوت موجود ھیں کہ زمانۂ سلف میں کسي حرف کا ایک خاص تلفظ تھا جب بعد میں چلکر وہ آواز ھی غائب ھو گئي تو اس حرف کے تلفظ کے لئے زبان کي موجودہ آوازوں میں سے کوئي آواز کام دینے لگي - خود ھماري زبان میں بھي ایسے لفظ موجود ھیں جن میں کی ایک خاص آواز آج تلفظ نہیں ھوتي - قدیم برھمن دور میں اسکا ایک معین تلفظ تھا مگر موجودہ ھندستاني بالعموم اس کے بولنے سے قاصر ھے -

یہ حرف "ری" (ऋ) ھے جو الفاظ "کرشنا" اور گھرتم (لفظ گھي کي قدیم شکل) میں موجود ھے اور آج بالعموم حرف صحیح "ر" کي طرح تلفظ ھوتا ھے - حالانکہ یہ اصل

---

* "سے" اور "سین" سنسکرت لفظ सहितेन "سون" سنسکرت لفظ 'सम: "سیتي" سنسکرت لفظ केनतन् اور "تے" ، "تین" وغیرہ سنسکرت کے مادہ सन्त سے نکلے ھوئے تسلیم کئے جاتے ھیں -

میں ایک حرف علت تھا - ھمارے اُردو لفظ "تھي" میں وہ "ی" بن کر رھگیا اور "کرشنا" میں "ری" بن کر -

(ا)

اکثر دفعہ یہ ھوتا ھے کہ کسي حرف کا تلفظ پوري طرح نہ سننے کي وجہ سے بولتے وقت وہ غلط طریقہ پر ادا کیا جاتا ھے - اس قسم کے تلفظ کا اثر بالعموم کمزور آوازوں اور خاصکر حروف علت پر پڑتا ھے جو یا تو اصلي حالت میں باقي نہیں رھتے یا لفظوں میں سے غائب ھو جاتے ھیں - اُردو الفاظ لالٹین (لانٹرن) فلالین (فلانل) اور لمبر (نمبر) کي تشکیل اسي اثر کے تحت عمل میں آئي ھے -*

صوتي ارتقا اور تبدیلیاں نہایت باضابطہ ھوئي ھیں اور یہي وجہ ھے کہ ماھرین لسانیات زبانوں کے متعلق اٹل قوانین و قواعد بنا سکے - مثلاً آج کے آریائی لسانیات کے ماھرین جانتے ھیں کہ سنسکرت کے ابتدائي حرف "و" اُردو ، بہاري ، بنگالي اور اُڑیا زبانوں میں بالعموم "ب" کي شکل میں منتقل ھو گیا ھے - یا یوں کہئے کہ اُردو کے اکثر الفاظ کا ابتدائي حرف "ب" پہلے "و" تھا مگر صوتي ارتقا و تبدیلي کے تحت آج "ب" بن گیا - اس قسم کے چند اُردو اور اُن کے اصل سنسکرت الفاظ کي مثال یہ ھے :—

---

* اُسکي وجہ یہ بھي بتائي جاتي ھے کہ لَ اور نَ کے مخارج کے مقامات باھم بہت نزدیک واقع ھوے ھیں اسلئے اکثر ل ، ن میں اور ن ، ل میں تبدیل ھو جاتا ھے ، اور کبھي کبھي لفظوں میں حروف کے مقامات بھي تبدیل ھو جاتے ھیں جیسے لکھنؤ سے نکھلؤ - فلالین اور لمبر کے بننے میں ممکن ھے یہ وجہ بھي ھو -

اُردو	سنسکرت	اُردو	سنسکرت
باٹ	ورتمن	بہس	ونشتي
بن	و نم	بہت	ويکر
بڑ	وٹ	بالو	والوک

ایک هي زبان ایک حصۂ ملک کے کسي خاص زمانہ کے بولنے والوں میں جن خصوصیات کے ساتھہ مستعمل رهے گي اُسي حصۂ ملک میں کسي دوسرے زمانہ میں نہیں رهے گي - اسي طرح ایک حصۂ ملک کے باشندے اس کو جس طرح بولیں گے دوسرے حصہ کے اُسي عہد کے رهنے والے نہیں بولیں گے -

اُردو زبان میں متعدد لفظ ایسے موجود هیں جن میں دو مرتبہ کوزي (رٹروفلکس) ؛ آوازیں آتي هیں - ایک ابتدا میں اور ایک لفظ کے بیچ میں مثلاً ٹاٹ ؛ ٹکڑا ؛ ٹوٹنا ٹھنڈا ؛ ڈانٹ وغیرہ مگر انھیں اور اس قسم کے اور لفظوں میں اُس زبان میں پہلے کوزي (رٹروفلکس) آواز نہیں تھي بلکہ دنداني تھي - چنانچہ یہ اصلی خصوصیت اُردو کي دکني شاخ میں اب تک موجود هے - دکن میں انھي لفظوں کو تاٹ ؛ تکڑا ؛ توٹنا ؛ اور دانٹ کہتے هیں - اور اس سر زمین میں یہ خصوصیت اس شدت سے باقي هے کہ اگر اب بھي کسي اجنبي زبان سے کوئي نیا لفظ ایسا مل جاتا هے جس میں دو دفعہ یعني ایک ابتدائی حرف اور ایک بعد کا کوزي (رٹروفلکس) هے تو دکني[1] اُردو

---

(۱) دکھني میں ان لفظوں کے شروع میں جو ت ملتا هے یہ غالبا کوئي نئي تبدیلي هے' اس کا کوئي اور سبب هوگا - ایسے لفظوں میں سنسکرت میں ت ضرور تھا ' لیکن وہ پر اکرت کے زمانے میں هي " ٹا " میں تبدیل هو چکا تھا مثلاً سنسکرت لفظ त्रुटति هے ' اس کا پراکرت तुट्टइ اور هندي टूटै هے -

میں اس کی ابتدائی آواز دندانی ہو جاتی ہے - مثلاً انگریزی لفظ ٹکٹ کو دکھنی عوام تکٹ کہتے ہیں -

شمال کی زبان میں یہ ابتدائی دندانی آواز کوزی (رٹروفلکس) میں کیوں تبدیل ہوتی اسکا سبب غالباً نفسیاتی ہے - "ٹ" بمقابلہ "ت" کے ایک سخت آواز ہے - اور سخت آواز کے تلفظ کے لئے اعضائے مخارج پہلے ہی سے تیار ہو جاتے ہیں - چنانچہ ما قبل کے حرف پر اس تیاری کا اثر پڑتا ہے اسکی توضیح کے لئے ادغامی اثر کی یہ مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ اگر کسی لفظ میں مصیتی (voiced) اور غیر مصیتی (unvoiced) دونوں آوازیں بالکل یکے بعد دیگرے آئیں تو اگر ما بعد کی آواز مصیت ہو اور آگے کی غیر مصیت جیسے لفظ "اکبر" اور "اخبار" میں ہیں تو ماقبل کی غیر مصیت آواز بھی مصیتی خصوصیت حاصل کرلیتی ہے - چنانچہ اکبر کا "ک" اور اخبار کا "خ" قریب قریب "گ" اور "غ" بن جاتے ہیں - اسی طرح اگر ماقبل کی آواز مصیت اور ما بعد کی غیر مصیت ہو تو ماقبل کی آواز بھی غیر مصیت ہو جاتی ہے مثلاً "آجتک" اور "بازپرس" میں "ج" اور "ز" دونوں مصیت ہیں لیکن اگر آپ انہیں کسی سے صوتی گردونہ (گراموفون کے رکارڈ) پر کہلوائیں تو معلوم کریں گے کہ "ج" اور "ز" کی آوازیں "چ" اور "س" کی طرح نکلتی ہیں -

۳

صوتی تغیر و تبدل سے متعلق ایک اور خاصیت بھی ہے جو زبانوں کے ارتقا میں کسی نہ کسی طرح عمل کرتی رہتی ہے - ہر زبان میں آپ کو ایسے لفظ ملیں گے جن کے تلفظ

میں نہایت سرعت کے ساتھہ تبدیلي پیدا ہو گئي ہے - حالانکہ انھیں کے ساتھی دوسرے لفظ ابھي زیادہ بدلنے نہیں پائے ہیں - ان غیر طبعي تبدیلي حاصل کرنے والے الفاظ میں اکثر وہ ہوتے ہیں جو کسي کو مخاطب کرنے کے لئے یا آداب و روایات معاشرت یا روزمرہ کی ضرورتوں کے لئے کثرت سے بولے جاتے ہیں - اگر آپ کسي بے تکلف گفتگو میں لفظ "مولوی" کے تلفظ پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ لفظ صوتي تبدیلیوں کي دو منزلیں طے کر چکا ہے یعني "مولي" پھر "مُلي" - پہلي منزل میں دوسرا " و " ازگیا اور دوسري میں پہلا - اس طرح انگریزی (۱) لفظ "سٹیشن" عوام کي زبان میں پہلے "اشٹیشن" ہوا اور پھر ابتدائي " ا " اور " ش " ازکر "ٹیشن" رهگیا - اور دکن میں بعض موقعوں پر تو لفظ "ٹهیسن" بھي سنا جاتا ہے -

اسي قسم کي اور صوتي تبدیلیاں بھي ہیں جن میں اگر چہ لفظ کے معني اور ایک حد تک شکل بھی قریب قریب وهي رهتي ہے مگر یہ تبدیلیاں نہ تو کسي باضابطہ صوتي اصول کے تحت عمل میں آتی ہیں اور نہ زبان کے اس قسم کے جملہ الفاظ پر حاوی ہوتي ہیں -

---

۱ یہ بھی ممکن ہے کہ ہندي میں جہاں دو حروف صحیح شروع لفظ میں ایک ساتھہ آتے ہیں وہاں عموماً یا تو شروع میں ایک حرف علت لگا دیتے ہیں یا پہلے حرف صحیح کو چھوڑ دیا جاتا ہے ' اسطرح لفظ کے ادا کرنے میں آساني ہو جاتي ہے ' اس اصول کے ماتحت لفظ "سٹیشن" سے "اسٹیشن" اور "ٹیسن" دونوں ایک ساتھہ نکل سکتے ہیں -

اسي قبيل كى ايك تبديلي يه هے كه قريب‌المخرج حروف صحيح ايك دوسرے كي شكل ميں ملتقل هو جاتے هيں جيسے غالب نے ”نمبر“ كو ”لمبر“ لكهديا جسكا ذكر گزر چكا هے - اسي طرح لفظ ”بيرستر“ كا تلفظ ”بيشتر“ بهي كيا جاتا هے - يا ”كاغذ“ كو ”قاغذ“ كهتے هيں - سرشار كو شرشار ، شمس الدين كو شمش الدين اور ستيشن كو اشٹيشن كهنا بهى اسي صوتي طريقهٔ عمل كا نتيجه هے - يه اور اس قسم كي دوسري مثالوں پر غور كرنے سے آپ معلوم كريں گے كه تبادله هميشه قريب‌المخرج حروف هى كے درميان واقع هوتا هے - حروف ”ن“ ، ”د“ اور ”س“ كے تلفظ كے لئے تالو پر زبان جن حصوں كو مس كرتي هے وهى حصے ”ل“ اور ”ش“ كي آوازوں كے اظهار كے لئے بهى استعمال هوتے هيں -

بعض اردو لفظوں مين آوازيں اپني ترتيب بدلديتي هيں - يه الفاظ اگرچه اپني اصلى حالت ميں باقي نهيں رهتے مگر ان ميں كوئي نئي آواز يا حرف بهي داخل نهيں هوتا - مثلاً لفظ رجهان كا تلفظ رهجان - فصيل كا صفيل - مطلب كا مطبل كهچر كا چيكر كيا جاتا هے - يا يهاں كو هياں اور وهاں كو هواں كهتے هيں - ان تبديل‌شده شكلوں ميں آپ كو نيا حرف ايك بهي نظر نهيں آئے گا - حروف وهي هيں مگر ترتيب وه نهيں -

۳

اسوقت تک جن تبديليوں كا ذكر هوا ان ميں اور ارتقائے زبان كي باضابطه اور غيرمحسوس تبديليوں ميں فرق هے - متذكره بالا مثالوں كو هم كسي اصول اور قاعدے كے تحت نهيں

اسکتے - یہ محض اتفاقات کا نتیجہ ہیں - ان کے مقابلہ میں اگر آپ اردو الفاظ ”کوڑی“ اور ”مچھلی“ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سنسکرت الفاظ کپرد، اور ”متسیہ“ سے مشتق ہیں - یعنی کوڑی کے حروف ”ڑ“ اور ”و“ آج قائم مقام ہیں کپرو کے حروف ”رد“ اور ”پ“ کے ان کا لسانیاتی ارتقا یوں ہوا - کپرد ← کپڈا ← کوڈا، کوڑا اور کوڑی

اسی طرح متسیہ سے باضابطہ صوتی اصولوں کے تحت لفظ مچھلی کا ظہور ہوا - اور یہ تبدیلیاں محض انہی الفاظ تک محدود نہیں ہیں - جہاں سنسکرت میں ”رد“ کی آواز تھی آج اردو میں اکثر ”ڑ“ ہے - اسی طرح ”پ“ کی آواز ”و“ میں اور ”تس“ کی آواز ”چھ“ میں منتقل ہوگئی -